معیار ہدایت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

فاروق الرحمن یزدانی

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين اما بعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم فان آمنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا وان تولو فانما هم في شقاق فسيكفيكهم الله وهو السميع العليم . (البقرة ۱۳۷)

اللہ تعالیٰ نے انسان کی رشد وہدایت کیلئے انبیاء و رسل علیہم الصلوۃ والسلام کی بعثت کا سلسلہ جاری فرمایا اور سب سے آخر میں امام الانبیاء امام اعظم حضرت محمد ﷺ کو اس اعزاز کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ آپ پر اس سلسلہ کو مکمل فرمادیا اور آئندہ کیلئے اعلان کردیا:

ماكان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله و خاتم النبيّن وكان الله بكل شئى عليما (الاحزاب ۴۰)

آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کے بعد کوئی دوسرا نبی اور رسول بنا کر نہیں بھیجا جائیگا اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی زندگی کو کامل ترین نمونہ بیان فرمایا:

لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجوا الله واليوم الاخر و ذكر الله كثيرا (الاحزاب ۲۱)

رسول اللہ ﷺ کی مبارک زندگی کا نظارہ ومشاہدہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کیا اس لئے دوسرے لوگوں کیلئے اللہ رب العزت نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو معیار مقرر فرمادیا کہ اگر تمہارا ایمان، عقائد واعمال امام کائنات حضرت محمد ﷺ کے رفقاء صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان کے مطابق ہوگا تب تم لوگ ہدایت یافتہ ہوگے اور اگر تمہارا ایمان عقیدہ یا عمل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقیدہ وعمل کے خلاف ہوگا تو نہ صرف کہ تمہیں ہدایت والا تسلیم نہیں کیا جائے گا بلکہ جہنم کی سزا کے حقدار ٹھہرو گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المومنين نوله ما تولى ونصله جهنم وساء ت مصيرا (النساء: ۱۱۵)

اللہ کریم کے بیان کردہ اس اصول کے پیش نظر ان سطور میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان کی ایک جھلک پیش کی جاتی ہے کہ ان پاکباز ہستیوں کے ایمان کی کیفیت کیا تھی؟ تاکہ ہم بھی اپنے ایمان عقائد و اعمال کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان کے مطابق بنائیں اور ہدایت پائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ضلالت وگمراہی سے بچا کر شاہراہ ہدایت پر گامزن فرمائے۔

(۱) ایمان کی کمی و زیادتی:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان کی کیفیت کو اللہ کریم نے یوں بیان فرمایا:

انما المومنون الذين اذا ذكر الله وجلت قلوبهم واذا تليت عليهم ايٰته زادتهم ايمانا وعلى ربهم يتوكلون . الذين يقيمون الصلوة ومما رزقناهم ينفقون . اولئک هم المومنون حقا لهم درجات عند ربهم و مغفرة و رزق كريم (الانفال: ۴،۳،۲)

بے شک مومن وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ایمان میں بڑھ جاتے ہیں اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے عطا کردہ رزق میں سے خرچ کرتے ہیں اور یہی لوگ پکے مومن ہیں ان کیلئے ان کے رب کے پاس درجات ہیں اور بخشش ہے اور عزت والا رزق ہے۔

ان آیات بینات میں اللہ رب العزت نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان کی کیفیت کو بیان فرمایا ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات کو تلاوت کیا جاتا ہے تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے دوسرے مقام پر یوں ارشاد خداوندی ہوتا ہے:

الذين قال لهم الناس ان الناس قد جمعوا لكم فاخشوهم فزادهم ايمانا وقالوا حسبنا الله ونعم الوكيل (ال عمران ۱۷۳)

وہ لوگ کہ جن کو لوگوں نے کہا کہ بے شک لوگ (مشرکین) تمہارے خلاف جمع ہو چکے ہیں تو تم ان سے ڈر جاؤ (تو مسلمان بجائے خوف زدہ ہونے کے) ان کا ایمان اور بڑھ گیا اور انہوں نے کہا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔

اس آیت مبارکہ سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایمان بڑھ جاتا تھا اور ایسے لوگوں کے متعلق ہی اللہ تعالیٰ نے

"اولئک ھم المومنون حقا" کہہ کر ان کے ایمان دار ہونے کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا ہے۔اب جس شخص کا ایمان قرآن مجید کی آیات سن کر یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اور دلائل دیکھ کر بڑھ جائے تو اس کا ایمان تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان جیسا ہے اور جس شخص کا ایمان نہ بڑھے یا وہ شخص ایمان کی کمی وزیادتی کا عقیدہ نہ رکھے تو وہ سمجھ لے کہ وہ ہدایت یافتہ نہیں ہوسکتا کیونکہ اسکا ایمان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان کے معیار پر نہیں ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا (البقرة)

(۲) قبر کو سجدہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

آج کل کئی لوگ قبر کو سجدہ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت بھی کہلاتے ہیں حالانکہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جائز نہیں سمجھتے تھے۔حدیث رسول ﷺ ملاحظہ فرمائیں:

عن قیس بن سعد قال اتیت الحیرة فرایتهم یسجدون لمرزبان لهم فقلت لرسول الله ﷺ احق ان یسجدله فاتیت رسول الله ﷺ فقلت انی اتیت الحیرة فرایتهم یسجدون لمرزبان لهم فانت احق بان یسجد لک فقال لی اریت لو مررت بقبری اکنت تسجدله فقلت لا فقال لاتفعلوا لو کنت آمر احدا ان یسجد لاحد لامرت النساء ان یسجدن لازواجهن لما جعل الله لهم علیهن من حق(مشکوة، ۲۸۲، باب عشرة النساء)

حضرت قیس بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ میں حیرہ شہر میں گیا تو میں نے دیکھا کہ وہاں کے لوگ اپنے مرزبان (سردار) کو سجدہ کرتے ہیں تو میں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تو اس سے زیادہ حق رکھتے ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے چنانچہ جب میں واپس آیا تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہی بات عرض کی کہ حیرہ کے لوگ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ ﷺ تو اس سے کہیں زیادہ حقدار ہیں۔کہ آپ ﷺ کو سجدہ کیا جائے (لہذا آپ ہمیں سجدہ کرنے کی اجازت دیں) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کیا خیال ہے اگر تو میری قبر کے پاس سے گزرے تو اسے بھی سجدہ کرے گا؟ تو صحابی رسول ﷺ نے کہا نہیں (میں آپ ﷺ کی قبر کو سجدہ نہیں کرونگا)

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم ایسا نہ کرو یعنی مجھے بھی سجدہ نہ کرو کیونکہ اللہ کے علاوہ اگر کسی دوسرے کیلئے بھی سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں اس لئے کہ اللہ نے خاوندوں کو اپنی بیویوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کے صحابی کا یہ عقیدہ کس قدر واضح ہے کہ کسی قبر کو سجدہ نہیں کیا جاسکتا خواہ وہ قبر سید کل کائنات حضرت محمد ﷺ کی ہی کیوں نہ ہو۔آج لوگ قبروں پر جھکنا، ان پر سجدہ کرنا یا زندہ بزرگوں، ولیوں، پیروں، فقیروں کو سجدہ کرنا جائز سمجھتے ہیں

انہیں جان لینا چاہیے کہ ایسا عقیدہ رکھنا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقیدے کے خلاف ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان عظیم قرآن مجید میں بہت واضح ہے کہ:

فان آمنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا

ہدایت والا وہی ہوسکتا ہے جس کا ایمان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان جیسا ہو۔

اس لئے غیر اللہ کو سجدہ کرنے والے یا جائز سمجھنے والے گمراہ تو ہوسکتے ہیں ہدایت یافتہ نہیں

(۳) رسول اللہ ﷺ کو علم غیب اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ:

جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے لحاظ سے وحدہ لاشریک ہے اسی طرح وہ خالق و مالک اپنی صفات میں بھی یکتا ہے اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت "علم" ہے۔اللہ تعالیٰ کو ساری کائنات کا علم ہے۔جو کچھ ہو چکا جو ہو رہا ہے یا آئندہ ہوگا اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور ان چیزوں کے علم کیلئے اللہ تعالیٰ کسی دوسرے کے بتانے یا خبر دینے کا محتاج نہیں ہے لیکن کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے علاوہ انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام رحمھم اللہ کیلئے علم غیب مانتے ہیں۔ذیل میں ہم حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ بیان کرتے ہیں کیونکہ ہمارے لئے معیار ایمان، معیار حق اور معیار ہدایت تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایمان وعقیدہ ہے۔

اس کائنات میں سب سے عظیم ہستی جنہیں اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے وہ امام کائنات حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس ہے مگر بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کو بھی نہیں بتایا اور ان کے متعلق علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ایک دفعہ ام المومنین حضرت صدیقہ کائنات حضرت عائشہؓ نے فرمایا:

من اخبرک ان محمداً رای ربه او کتم شیئا ما امر به او یعلم الخمس التی قال الله تعالیٰ ان الله عنده علم الساعة وینزل الغیث فقد اعظم الفریة .... الخ(مشکوة ۵۰۱ ،باب رویة الله تعالیٰ)

کہ جو شخص یہ کہے کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے یا آپ وحی میں سے کوئی بات چھپا گئے ہیں یا آپ ان پانچ چیزوں کو جانتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے "بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس ہی

قیامت کا علم ہے اور وہی بارش نازل کرتا ہے تو اس نے بہت بڑا جھوٹ باندھا"

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوئی کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ کا عقیدہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ غیب نہیں جانتے۔ اسی طرح سورۃ تحریم میں اللہ تعالیٰ حضرت حفصہؓ کا یہ قول بیان فرماتے ہیں۔

"من انبأک هذا قال نبانی العلیم الخبیر" (التحریم ۳)

کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ آپ کو یہ بات کس نے بتائی ہے (اگر حضرت حفصہ کا یہ عقیدہ ہوتا کہ آپ ﷺ غیب جانتے ہیں تو پھر یہ سوال نہ کرتیں۔ معلوم ہوا کہ ان کا بھی عقیدہ تھا کہ آپ ﷺ کو بتائے بغیر علم نہیں ہوتا) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جاننے والے خبر رکھنے والے نے یہ خبر دی ہے۔

اس آیت مبارکہ اور مذکورہ حدیث سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ واضح ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اللہ ﷺ کیلئے علم غیب کا عقیدہ نہیں رکھتے تھے لہذا آج جو شخص یہ عقیدہ رکھے گا اس کا عقیدہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقیدے کے خلاف ہوگا اسی لئے وہ ہدایت یافتہ نہیں ہوسکتا۔ ہدایت یافتہ وہی ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسا عقیدہ اپنائے۔

رسول اللہ ﷺ کا بھول جانا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین **کا عقیدہ :**

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ بھول جاتے ہیں اور بھول سکتے ہیں جو کہ اس حدیث سے واضح ہے۔ حضرت ابوھریرہؓ بیان کرتے ہیں:

ان رسول الله ﷺ انصرف من اثنتین فقال له ذو الیدین اقصرت الصلوة ام نسیت یا رسول الله ﷺ فقال رسول الله اصدق ذو الیدین فقال الناس نعم .. الخ (بخاری ۱/ ۱۶۴، باب فی لم یتشهد فی سجدتی السهو. کتاب التهجد)

رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ دو رکعتیں نماز پڑھادی (جبکہ نماز چار رکعت والی تھی) تو ذوالیدین نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ کیا نماز کم ہوگئی ہے یا آپ ﷺ بھول گئے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے تصدیق چاہی کہ کیا ذوالیدین نے سچ کہا ہے تو لوگوں نے کہا کہ ہاں۔

آگے مکمل حدیث ذکر کی گئی ہے کہ پھر آپ ﷺ نے بقیہ دو رکعت نماز پڑھائی اور سجدہ سہو کیا لیکن یہاں صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ صحابی رسول ﷺ نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا آپ بھول گئے ہیں؟

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ بھول سکتے ہیں آج جو لوگ رسول اللہ ﷺ کیلئے علم غیب اور مختار کل ہونا ثابت کرنے کیلئے آپ ﷺ کے بھولنے کا انکار کرتے ہیں کیونکہ بھول جانے والا تو عالم الغیب نہیں ہوسکتا ان کا عقیدہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقیدے کے خلاف ہے لہذا ان کو اپنی اصلاح کرنی چاہیے کیونکہ ہدایت کے لئے معیار اللہ کے رسول ﷺ کے صحابہ کا ایمان ہے اگر ان جیسا ہمارا ایمان نہیں تو ہم ہدایت یافتہ نہیں ہوسکتے۔

(۵) مسئلہ حاضر و ناظر اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین **کا عقیدہ :**

بعض لوگ رسول اللہ ﷺ کو ہر جگہ ہر وقت موجود مانتے ہیں جس کیلئے حاضر و ناظر کی اصطلاح عام ہے۔ اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ جن کے عقیدہ و ایمان کو اللہ نے لوگوں کے عقیدہ و ایمان کیلئے معیار بیان فرمایا ہے ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس مسئلہ کے متعلق کیا عقیدہ و موقف تھا۔ سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

کنا قعودا حول رسول الله ﷺ معنا ابوبکر وعمر فی نفر فقام رسول الله ﷺ من بین اظهرنا فابطاعلینا وخشینا ان یقطع دوننا وفزعنا وقمنا فکنت اول من فزع فخرجت ابتغی رسول الله ﷺ حتی اتیت حائطا لانصار بنی النجار فدرت به هل اجدله بابا فلم اجد فاذا ربیع یدخل فی جوف حائط من بیر خارجة والربیع الجدول فاحتفزت فدخلت علی رسول الله ﷺ فقال ابو هریرة فقلت نعم یا رسول الله قال ما شانک قلت کنت بین اظهرنا فقمت فابطات علینا فخشینا ان تقطع دوننا... الخ (مسلم، ص ۴۵، کتاب الایمان)

(اختصار کی وجہ سے مفہوم بیان کیا جاتا ہے)

کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان سے اٹھ کر چلے گئے اور واپس آنے میں دیر کی تو ہم ڈر گئے کہ آپ کو ہم سے جدا کر دیا گیا ہے۔ یہ خیال کر کے (کسی دشمن نے آپ کو گھیر لیا ہے یا آپ کی موت آ گئی ہے)؟ گھبرا گئے سب سے پہلا میں خود تھا جو گھبرا گیا تو ہم کھڑے ہوئے میں رسول اللہ ﷺ کو تلاش کرنے کیلئے نکلا تو رسول اللہ ﷺ مجھے بنونجار کے ایک باغ میں مل گئے۔ جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے پوچھا ابوہریرہ ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں اللہ کے رسول ﷺ۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا معاملہ ہے؟ میں نے عرض کی کہ آپ ہمارے درمیان تشریف فرما

تھے۔ آپ اٹھ کر چلے آئے پھر واپس آنے میں دیر کی تو ہم ڈر گئے کہ کہیں آپ کو ہم سے جدا کر دیا گیا ہے۔۔الخ

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اللہ ﷺ کو ہر وقت ہر جگہ حاضر نہیں سمجھتے تھے ورنہ رسول اللہ ﷺ کے اٹھ کر چلے جانے اور واپس آنے میں دیر کرنے کی وجہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پریشان نہ ہوتے اگر وہ سمجھتے کہ اللہ کے رسول ﷺ تو ہمارے درمیان تشریف فرما ہیں ہم سے جدا نہیں ہوئے تو واپس آنے کا کیا مطلب؟ کیونکہ آنے جانے کا معاملہ تو اس کا ہوتا ہے جو ہر وقت ہر جگہ موجود نہ ہو اور جو ہر جگہ حاضر و ناظر ہو اس کے آنے جانے کا مسئلہ ہی کوئی نہیں ہے۔

اس لئے جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کے متعلق ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں ان کو اپنی اصلاح کر کے اپنے عقیدے کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقیدے کے مطابق کر لینا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر نہیں ہیں کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان کو ہی اللہ تعالیٰ نے معیار ہدایت فرمایا ہے۔

بشریت مصطفیٰ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر امام اعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء و رسلؑ کو انسان کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے مبعوث فرمایا۔ کیونکہ دنیا میں رہنے والے بشر انسان تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کا منصب بھی بشر کو ہی عطا فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وما منع الناس ان یومنوا اذجاء ھم الھدی الا ان قالوا ابعث اللہ بشرا رسولا. قل لو کان فی الارض ملئکۃ یمشون مطمئنین لنزلنا علیھم من السماء ملکا رسولا (بنی اسرائیل ۹۵.۹۴)

رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان لانے کی بجائے مشرکین مکہ نے جب یہ اعتراض کر دیا کہ آپ ﷺ تو ایک بشر انسان ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اس سے پہلے بھی لوگوں نے انبیاء کرامؑ کو صرف اس لئے جھٹلا دیا تھا کہ وہ کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اللہ نے فرمایا اے میرے پیغمبر حضرت محمد ﷺ آپ ان لوگوں کو جواب دیں کہ اگر زمین میں بسنے والے فرشتے ہوتے تو اللہ تعالیٰ آسمان سے کسی فرشتہ کو رسول بنا کر بھیج دیتا لیکن چونکہ زمین میں رہنے والے انسان تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے رسول بھی بشر ہی مبعوث فرمایا۔

قرآن کریم میں کئی انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ان کی قوموں کا اعتراض اور اس کا جواب بیان فرمایا ہے کہ ہر پیغمبر و رسول بشر ہی تھا خود ھادی کائنات حضرت محمد ﷺ کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آپ ﷺ کی بشریت کو واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے جس کی تفصیل یہاں بیان کرنا مقصود نہیں۔ کیونکہ ان سطور میں ان لوگوں کی راہنمائی کیلئے جو اہل سنت والجماعت ہونے کا دعوی کرتے ہیں صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقیدے کو بیان کرنا مقصود ہے کہ اگر آپ واقعی اہل سنت والجماعت ہیں تو رسول اللہ ﷺ کی جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ اپنانا چاہیے۔

اور پھر اس لئے بھی کہ قرآن کریم کی ابدی صداقتوں میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان و عمل کو ہی معیار ہدایت قرار دیا ہے جیسا کہ گذشتہ سطور میں بالتفصیل بیان ہو چکا ہے۔ اس لئے اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضور سرور کائنات ﷺ کی بشریت کے متعلق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ کیا تھا۔ لیکن یہاں یہ بات یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ جنس کے اعتبار سے بشر ''انسان'' تھے۔ البتہ عظمت، شان اور مقام کے لحاظ سے تمام انسانوں سے افضل و برتر تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور خود رسول اللہ ﷺ نے متعدد مواقع پر اپنی بشریت کا اعلان فرمایا اور یہی عقیدہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا کہ رسول اللہ ﷺ بشر انسان تھے چنانچہ ام المومنین صدیقہ کائنات حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے ایک مرتبہ یہ سوال کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں کیا کام کاج کرتے ہیں تو ام المومنینؓ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

کان بشرا من البشر یفلی ثوبہ ویحلب شاتہ ویخدم نفسہ (شمائل ترمذی ص ۲۳، باب ما جاء فی تواضع رسول اللہ ﷺ)

آپ ﷺ ایک انسان تھے آپ اپنے کپڑے خود صاف کرتے اپنی بکری کا دودھ خود دھوتے اور اپنا کام خود کر لیا کرتے تھے۔

اس روایت سے یہ واضح ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کا یہ عقیدہ تھا کہ آپ ﷺ بشر ہیں نہ صرف کہ ان کا ہی عقیدہ تھا بلکہ وہ اس عقیدہ کی تبلیغ بھی کرتی ہیں جیسا کہ مذکورہ روایت سے ثابت ہوتا ہے اسی طرح جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ ﷺ فوت نہیں ہوئے تو اس وقت رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے متعلق زبان نبوت سے فرمان جاری ہوا کہ یہ میرے چچا بھی ہیں

اور باپ بھی۔ نے اپنے عقیدے کا اظہار یوں فرمایا کہ:

لوگو! رسول اللہ بھی دوسرے انسانوں کی طرح بشر ہیں جس طرح دوسرے انسانوں کو موت آتی ہے اس طرح رسول اللہ ﷺ کو بھی موت آئی ہے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

فقام العباس فقال ان رسول الله ﷺ قد مات و انه بشر وانه یاسن کما یاسن البشر ای قوم فادفنوا صاحبکم فانه اکرم علی الله ..الخ(دارمی ص ۳۹، باب فی وفاۃ النبی ﷺ)

اس روایت سے صحابی رسول ﷺ سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ واضح ہوا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو بشر سمجھتے تھے اس لئے جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بشر نہیں تھے ان کو اپنی اصلاح کرنی چاہیے کیونکہ ہدایت کیلئے معیار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں اگر ہمارا عقیدہ بھی ان کے عقیدے جیسا ہوگا تو ہم ہدایت یافتہ ہیں ورنہ نہیں۔

وسیلہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین:

اللہ تعالیٰ نے انسان کے متعلق ارشاد فرمایا کہ تم سارے کے سارے اللہ کے محتاج ہو:

یا یھا الناس انتم الفقراء الی الله والله ھو الغنی الحمید(فاطر: ۱۵)

اور پھر اس انسان کو یقین دلایا کہ تمہیں جب بھی کوئی ضرورت پیش آئے تو مجھ سے سوال کرو میں تمہاری ضروریات کو پورا کردونگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین (المومن: ۶۰)

قرآن وحدیث میں ایسی بیسیوں مثالیں موجود ہیں کہ کائنات کی سب سے مقدس ترین ہستیوں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام نے بھی اپنی ضروریات کیلئے اللہ تعالیٰ کو پکارا تو نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک نے ان کے سوال کو پورا کردیا بلکہ ان کے سوال سے زیادہ ان کو عطا فرمایا۔

اور یہ بات بھی قرآن کریم کی آیات بینات سے اظہر من الشمس ہے کسی نبی ورسول نے بھی اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہوئے کسی بھی دوسرے نبی ورسول کو وسیلہ نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں لوگوں کو اسی بات کا حکم دیا کہ جب بھی تمہیں کوئی ضرورت پڑے جس وقت تم مجھے پکاروگے میں تمہاری پکار کو قبول کرلونگا اس کیلئے تمہیں کسی وسیلے کی ضرورت نہیں۔

واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی والیؤمنوا بی لعلھم یرشدون(البقرۃ ۱۸۶)

لیکن بعض لوگ کسی فوت شدہ یا غائب بزرگ یا نبی، ولی کو اپنی دعاؤں میں وسیلہ بنانا نہ صرف کہ جائز سمجھتے ہیں بلکہ بعض اوقات ضروری قرار دیتے ہیں حالانکہ قرآن وحدیث میں اس کی قطعاً گنجائش نہیں ہے البتہ آدمی کسی زندہ آدمی سے اپنے لئے دعا کرواسکتا ہے یا اپنی کسی نیکی کو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرکے کوئی سوال کرسکتا ہے ذیل کی سطور میں ہم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اس عقیدے کو بیان کرتے ہیں کہ وہ کسی فوت شدہ سے نہ تو مانگتے تھے اور نہ ہی اپنی دعاؤں میں ان کو وسیلہ بناتے تھے۔

چنانچہ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں قحط پڑگیا تو امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کے چچا کو ساتھ لیکر مدینہ سے باہر گئے اور ان سے بارش کیلئے دعا کروائی اور خود اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے جب ہمیں بارش کی ضرورت ہوتی تھی تو ہم تیرے نبی ﷺ کو وسیلہ بنالیتے تھے یعنی ان سے دعا کروالیتے تھے اب تیرے پیغمبر ﷺ کے چچا کو لیکر آئے ہیں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

ان عمر بن الخطابؓ کان اذا قحطوا استسقی بالعباس بن عبد المطلبؓ فقال اللھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا ﷺ فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم بنبینا فاسقانا قال فیسقون(بخاری ۱۳۷/۱، ابواب الاستسقا)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ عقیدہ تھا کہ کسی فوت شدہ کو وسیلہ بنانا جائز نہیں ورنہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لیکر جانے کی بجائے رسول اللہ ﷺ سے دعا کراتے۔ اس لئے جو لوگ کسی فوت شدہ کو وسیلہ بنانا درست سمجھتے ہیں انہیں اپنی اصلاح کرنی چاہیے کیونکہ ایسے عقیدے کا ہدایت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اس لئے کہ جن پاکباز ہستیوں کو اللہ تعالیٰ نے معیار ہدایت بیان فرمایا ہے وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایسا عقیدہ نہیں رکھتے تھے۔

تکمیل دین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین:

اللہ تعالیٰ نے انسان کی رشد و ہدایت کیلئے انبیاء رسل علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور ان پر وحی کا سلسلہ جاری فرمایا جس کا نام دین اسلام رکھا اور یہی دین اللہ تعالیٰ کو محبوب و پسند ہے۔ امام کائنات حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس پر اللہ تعالیٰ نے اس دین کی تکمیل کا اعلان فرما کر آئندہ کیلئے یہ سلسلہ بند کردیا:

اليوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا..الخ (المائدہ ۳)

جس کا واضح مطلب ومفہوم یہ تھا کہ قرآن وحدیث میں جو مسائل بیان کر دیئے گئے ہیں اسی کا نام دین اسلام ہے۔اور جو مسائل دین اسلام کا حصہ ہیں انہیں بیان فرمادیا گیا ہے اب اگر کوئی شخص نیا مسئلہ بیان کرے گا تو اسے دین اسلام کا مسئلہ نہیں کہا جاسکتا۔ پھر اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے یا اس کا گمان اور خیال کرتا ہے تو اس کا معنی ہے کہ وہ اس آیت مبارکہ کی صداقت پر ایمان نہیں رکھتا۔کیونکہ اگر وہ دین اسلام کو مکمل سمجھتا ہوتا تو یہ کبھی نہ سوچتا کہ فلاں مسئلہ قرآن وحدیث میں نہیں ہے۔

اس آیت مبارکہ کے نزول کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کا یہ عقیدہ تھا کہ اب ہمیں کسی نئے مسئلے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اگر انسانی زندگی کی ضرورت کی کوئی بات بیان کرنا باقی ہوتی تو اللہ دین اسلام کی تکمیل کا اعلان نہ فرماتے۔یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب اپنی زندگی کی آخری بیماری میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین سے فرمایا کہ لاؤ میں تمہیں کتاب لکھ دوں تم میرے بعد گمراہ نہیں ہو گے تو مراد پیغمبر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا حسبنا کتاب اللہ کہ اللہ کے رسول ﷺ ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کافی ہے کیونکہ کتاب اللہ قرآن مجید میں دین اسلام کی تکمیل بیان کر دی گئی ہے۔چنانچہ تکلیف کی شدت سے جب افاقہ ہوا تو بھی آپ ﷺ نے کچھ مزید لکھوانے کی ضرورت محسوس نہ فرمائی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کے خیال ہی کی تصویب ہوگئی کہ حسبنا کتاب اللہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں:

لما حضر رسول اللہ ﷺ وفی البیت رجال فقال النبی ﷺ هلموا اکتب لکم کتابا لاتضلوا بعده قال بعضهم ان رسول الله ﷺ قد غلبه الوجع وعند کم القرآن حسبنا کتاب الله ...الخ (بخاری، ۲،۶۳۸، کتاب المغازی باب مرض النبی ﷺ ووفاته ،مسلم ۲،۴۳ کتاب الوصیة)

اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین قرآن وحدیث کے بعد کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہ سمجھتے تھے کیونکہ جو کچھ قرآن و حدیث میں ہے اسے ہی اللہ تعالیٰ نے مکمل دین فرمایا ہے اور یہی عقیدہ ہدایت کیلئے معیار ہے جو لوگ قرآن و حدیث کے بعد کسی خطیب کے خطبے،واعظ کے وعظ،مفتی کے فتوے،فقیہ کی فقاہت اور مجتہد کے اجتھاد کو دین میں حجت سمجھیں گے۔اور قرآن وحدیث کے علاوہ کسی اور کتاب،قول یا فتوی کو دین سمجھنے یا اس پر عمل کرنے کو ضروری قرار دیں گے وہ ہدایت یافتہ نہیں ہوسکتے کیونکہ ان کا عقیدہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کے عقیدے کے خلاف ہے اور ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کے عقیدے وایمان کو معیار مقرر فرمایا ہے:

فان آمنو بمثل ماامنتم به فقد اهتدوا

(۹) حجیت حدیث اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین

اللہ تعالیٰ نے جس دین اسلام کی تکمیل فرمائی او اسے لوگوں کیلئے بطور دین پسند فرمایا اس کی اساس و بنیاد دو چیزوں پر ہے ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید اور دوسری رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔اس طرح فرما کر حدیث شریف کے حجت ہونے کی وضاحت فرمادی گئی لیکن بعض لوگوں نے دین اسلام کو مٹانے اور نامکمل ثابت کرنے کیلئے حدیث شریف کے حجت ہونے کا انکار کردیا، کسی نے خبر واحد کہہ کر چھوڑا،اور کسی نے ظنی ہونے کا سہارا تراشا۔حالانکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کی وہ عظیم ہستیاں جن کو اللہ تعالیٰ نے معیار ہدایت قرار دیا ہے حدیث کو حجت مانتے تھے۔فقیہ امت محمد ﷺ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ان اعرابیا جاء الی رسول الله ﷺ فقال یا رسول الله دلنی علی عمل اذا عملته دخلت الجنة قال تعبد الله لا تشرک به شیا و تقیم الصلوة المکتوبة و تودی الزکوة المفروضة و تصوم رمضان قال والذی نفسی بیده لا ازید علی هذا شیئا ابدا ولا انقص منه فلما ولی قال النبی ﷺ من سره ان ینظر الی رجل من اهل الجنة فلینظر الی هذا (مسلم ۱،۳۱، کتاب الایمان ،باب السوال عن ارکان اسلام)

ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ مجھے ایسے عمل کی نشاندہی کریں جسے اپنا کر میں جنت میں داخل ہو جاؤں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اس کے ساتھ شرک نہ کرنا،فرضی نماز قائم کرنا،فرضی زکوۃ ادا کرنا اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا وہ شخص کہنے لگا مجھے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قسم میں اس سے کچھ بھی اور کبھی بھی نہ کم کروں گا نہ زیادہ۔جب وہ شخص واپس پلٹا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو یہ پسند ہو کہ وہ کسی جنتی آدمی کو دیکھے تو وہ اس آدمی کو دیکھ لے۔

قارئین کرام : اس حدیث مبارکہ سے کس قدر واضح ہے کہ ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے ارکان اسلام کی پابندی کے متعلق سن کر فوراً قبول کرلیا۔کسی قسم کی چوں

چراں سوچ بچار نہیں کی اور نہ ہی کوئی شرط قائم کی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کے جنتی ہونے کا اعلان فرمایا۔ جو اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ وہ حدیث رسول ﷺ کو حجت مانتے تھے اگر صحابی رسول ﷺ حدیث کو حجت نہ سمجھتے ہوتے تو وہ کبھی اتنی جلدی اس بات کا اظہار نہ کرتے کہ اللہ کے رسول ﷺ جو آپ ﷺ نے فرمایا دیا ہے اس میں کمی یا زیادتی نہ کروں گا۔ اس لئے ہمیں بھی چاہیے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارکہ کو حجت سمجھیں تبھی ہم ہدایت یافتہ ہوں گے۔ کیونکہ ہدایت کا معیار پیغمبر آخر الزماں ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ اور جو لوگ حدیث کو حجت نہیں مانتے یا اسے غیر مشروط قبول نہیں کرتے انہیں اپنی اصلاح کرنی چاہیے تاکہ وہ بھی ہدایت حاصل کر کے آخرت میں جنت کے حقدار بن سکیں۔

(۱۰) اطاعت رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی و رسول ﷺ کو پیشوا، مقتدا اور مطاع بنا کر مبعوث فرمایا اور ہر نبی کی امت کو ذمہ داری سونپی کہ وہ اپنے نبی ﷺ کے ہر ہر قول و فعل (حدیث و سنت) کی اتباع و پیروی کریں ارشاد خداوندی ہے:

وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ (النساء ۶۴)

اور پیغمبر ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری پر ہی ایمان کا دارومدار بیان فرمایا:

قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولو فان اللہ لا یحب الکفرین (آل عمران ۳۲)

رسول ﷺ کے صحابہ نے امام کائنات حضرت محمد ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کی وہ روایت قائم کی کہ کائنات جس کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جب بھی رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے کوئی حکم سنتے یا آپ کو عمل کرتے ہوئے دیکھتے تو فوراً اس پر عمل پیرا ہو جاتے کسی قسم کی حیل و حجت نہیں کرتے تھے نہ اس میں اپنی عقل کو دخل دیتے اور نہ ہی کسی دوسرے کی رائے کو کوئی حیثیت۔ ان کیلئے بس رسول اللہ ﷺ کا قول و فعل ہی حرف آخر ہوتا۔

جس کا مشاہدہ اس حدیث مبارکہ سے کیا جا سکتا ہے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں۔

بینما رسول اللہ ﷺ یصلی باصحابہ اذخلع نعلیہ فوضعھما عن یسارہ فلما رای القوم ذالک القوا نعالھم فلما قضی رسول اللہ ﷺ صلوتہ قال ما حملکم علی القائکم نعالکم قالوا رایناک القیت نعلیک فالقینا نعالنا فقال رسول اللہ ﷺ ان جبرائیل علیہ السلام اتانی فاخبرنی ان فیھما قذرا ...الخ (ابوداؤد ۱/۹۵، باب الصلوۃ فی النعل، کتاب الصلوۃ)

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے تو آپ ﷺ نے دوران نماز اپنا جوتا اتار کر اپنی بائیں جانب رکھ لیا جب لوگوں نے یہ دیکھا تو تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اپنے جوتے کیوں اتارے ہیں تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ آپ نے جو اپنا جوتا اتار دیا تو ہم نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس تو جبرائیل علیہ السلام آئے تھے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ جوتے کو گندگی لگی ہوئی ہے تو میں نے اس وجہ سے جوتا اتار دیا تھا۔

خواند گان محترم: غور کیجئے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جب یہ دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں اپنا جوتا اتار دیا ہے تو انہوں نے اپنے جوتے اتار دیئے یہ نہیں سوچا کہ نماز کے بعد آپ ﷺ سے معلوم کریں گے کہ کیا وجہ تھی؟ ہمیں ایسا کرنا چاہیے یا نہیں؟ بلکہ فوراً اس پر عمل کیا اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے دوسرے لوگوں کی ہدایت کیلئے یہ شرط رکھ دی کہ تمہیں بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسا ایمان پیش کرنا ہو گا۔ ورنہ تم ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتے۔

اس لئے ہمیں چاہیے کہ جب بھی ہمیں رسول اللہ ﷺ کی کوئی صحیح حدیث مل جائے تو ہم اس پر فوراً عمل کریں کسی کے قول، فتوی یا درائیت کا سہارا لیکر رسول اللہ ﷺ کی پیاری حدیث یا سنت کو نہ ٹھکرا دیں کیونکہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے معیار ہدایت مقرر کیا ہے ان کا طرز عمل یہ نہ تھا۔

(۱۱) تقلید اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

گذشتہ سطور میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کو کس قدر ضروری خیال کرتے تھے جیسے ہی آپ ﷺ کو کوئی کام کرتے دیکھا تو فوراً اسی کو اپنا لیا اس کیلئے نہ ان کی کوئی شرائط تھیں اور نہ ہی حدود و قیود۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ کلمہ طیبہ پڑھنے کا مقصد، مطلب و مفہوم ہی یہ ہے کہ زندگی کے ہر ہر لمحے میں بس رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و اتباع ہی ضروری بھی ہے اور کافی بھی۔

گویا کہ کلمہ پڑھنے والا یہ عہد کرتا ہے کہ وہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی کرے گا اور غیر مشروط اطاعت، فرمانبرداری امام اعظم محمد رسول اللہ ﷺ کی اور جو شخص بھی

کلمہ پڑھنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے خلاف کسی دوسرے شخص کی پیروی کرتا ہے جسے عرف عام میں تقلید کہا جاتا ہے یا پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کے علاوہ مخلوق میں سے کسی شخصیت کی پیروی کو غیر مشروط لازم قرار دیتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے بے وفائی کا مرتکب ہوتا ہے

ان سطور میں چونکہ صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ تقلید جو ایک وباء کی صورت میں معاشرے میں پھیل چکی ہے کے متعلق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نظریہ اور کردار کیا تھا تاکہ ہم بھی وہی نظریہ اپنا کر ہدایت حاصل کرسکیں کیونکہ ہدایت کیلئے اللہ رب العزت نے معیار رسول ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بیان فرمایا ہے:

فان آمنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا

لیکن اس سے پہلے یہ جاننا انتہائی ضروری ہے اور مفید بھی کہ تقلید ہے کیا چیز؟ تاکہ آئندہ سطور میں بیان کی جانے والی بات کو سمجھنے میں آسانی رہے۔

تقلید کیا ہے ؟

لغوی طور پر تقلید کہتے ہیں بغیر کسی غور وفکر، سوچ و بچار کے کسی دوسرے کی پیروی کرنے کو۔

لغت کی مشہور اور اہم کتاب غیاث اللغات کے صفحہ نمبر **103** پر تقلید کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

''تقلید گردن بند در گردن انداختن و کار بعہد کسے ساختن و بر گردن خود کار بگرفتن''

تقلید گلے میں پٹہ ڈالنے کا نام ہے اور کسی کی ذمہ داری پر کام کرنا۔ اپنی گردن پر یعنی اپنے ذمہ کوئی کام لینا۔

المنجد وغیرہ لغت کی کتابوں میں بھی مختلف الفاظ کے ساتھ تقلید کی یہی تعریف کی گئی ہے۔ اصطلاحی لحاظ سے بھی تقلید کا یہی معنی ہے کہ قرآن و حدیث کے علاوہ کسی دوسرے کی بات کو بغیر دلیل شرعی (قرآن و حدیث) معلوم کیے قبول کر لینا اور پھر اسی پر ہی کاربند رہنا اگرچہ قرآن و حدیث کی دلیل اس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اور باوجود قرآن و حدیث کے دلائل معلوم ہونے کے جو شخص اپنے امام اور مجتہد کی بات کو چھوڑ کر قرآن و حدیث پر عمل نہیں کرتا وہ تقلید کا مرتکب ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص قرآن و حدیث کے مقابلے میں اپنے امام، پیشوا اور مقتدیٰ کی بات کو ترک کر کے قرآن و حدیث پر عمل کرتا ہے تو وہ شخص ہرگز ہرگز مقلد نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ اصول کی کتابوں میں یہ بات درج ہے:

فاما المقلد فالدليل عنده قول المجتهد فالمقلد يقول هذا الحكم واقع عندى لانه ادى اليه رأى ابى حنيفه رحمه الله وكل ما ادى اليه رايه فهو واقع عندى (شرح التلويح على التوضيح ص ٢١/١)

مقلد کی دلیل صرف اس کے امام کا قول ہی ہے۔ مقلد صرف یہ کہے کہ اس مسئلہ کا حکم میرے نزدیک یہی ہے کیونکہ میرے امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہی ہے اور جو رائے میرے امام کی ہوگی میرے نزدیک تو وہی صحیح ہے۔

اسی طرح ملا علی قاری حنفی تقلید کی تعریف میں فرماتے ہیں:

والتقليد قبول قول الغير بلا دليل فكانه لقبوله جعله قلادة فى عنقه (قصيده امالى بحواله حقيقة الفقه ص ٣٠)

غیر نبی کی بات کو بغیر دلیل قبول کرنے کا نام تقلید ہے۔

علامہ سبکی فرماتے ہیں:

التقليد اخذ القول من غير معرفة دليله (جمع الجوامع ص ٣٩٢/٢)

کسی کے قول کو دلیل معلوم کیے بغیر قبول کرنا تقلید ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے علماء کرام نے بھی تقلید کی تعریف انہی الفاظ میں کی ہے۔ لیکن اختصار کی وجہ سے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

تقلید کی تاریخ پیدائش:

تقلید کی تعریف معلوم کرنے کے بعد یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ اس کا وجود نا مسعود کب سے ہے؟ تو اس سلسلے میں بہت سے محدثین، مفسرین اور مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ تقلید کا وجود خیر القرون (جس دور کو رسول اللہ ﷺ نے زبان نبوت سے بہترین دور قرار دیا) میں نہیں تھا۔

جس کی تفصیل راقم نے اپنی کتاب احناف کا رسول اللہ ﷺ سے اختلاف میں درج کی ہے۔ یہاں اختصار کے پیش نظر صرف ایک دو حوالے ان بزرگوں کے نقل کرتا ہوں جن کے متعلق مقلدین حضرات بھی مقلد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

اعلم ان الناس كانوا قبل المائة الرابعة غير مجمعين على التقليد الخالص المذهب واحد بعينه (حجة الله البالغه ص ١٥٢/١)

جان لو کہ چوتھی صدی سے پہلے لوگ کسی خالص ایک ہی مذہب پر متفق نہ تھے۔

علامہ قاضی ثناء اللہ حنفی پانی پتی فرماتے ہیں:

فان اهل السنة قد افترق بعد القرون الثلاثه او الاربعة على اربعة مذاهب (تفسير مظهرى ص ٦٤/٢)

اہل سنت تین یا چار صدیاں گزرنے کے بعد چار مذہبوں میں تقسیم ہوگئے۔

عزیز قارئین : مذکورہ حوالہ جات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ تقلید زمانہ نبوت سے تین چار سو سال بعد وجود میں آئی۔ اب جو چیز صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم

اجمعین کے مبارک زمانہ میں تھی ہی نہیں کوئی صحابی رسول ﷺ اس کا قائل و فاعل کیسے ہو سکتا ہے؟ مگر بعض لوگ اپنے اس تارِعنکبوت سے کمزور مذہب اور عقیدے کو تحفظ دینے کیلئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام کو استعمال کرتے ہیں حالانکہ وہ پاکباز ہستیاں اس سے مبرا تھیں جیسا کہ آئندہ سطور میں انشاء اللہ اس کا بیان آئے گا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے میں کوئی صحابی بھی کسی دوسرے صحابی کا نہ تو مقلد تھا اور نہ ہی کسی دوسرے صحابی کی طرف کسی صحابی نے نسبت کر کے مذہب تشکیل دیا۔ دنیا بھر کے مقلدین حضرات خواہ وہ حنفی ہوں ،شافعی ہوں یا مالکی اور حنبلی کسی ایک صحابی کو بھی دوسرے صحابی کا مقلد ثابت نہیں کر سکتے۔ ان شاء اللہ۔

کھڑا ہے دیر سے عاشق کفن باندھے ہوئے سر پر
میں صدقے دست قاتل کے میرے قاتل نکل گھر سے

ان تمہیدی کلمات کے بعد اب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طرز عمل کو ان کے اقوال اور افعال کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ جس چیز کا نام تقلید ہے (جو گذشتہ سطور میں بیان ہو چکا ہے) اس کا تو ان پاکباز اور مقدس ہستیوں کی زندگی میں شائبہ تک موجود نہیں۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تقلید کا رد:

رفیق پیغمبر ﷺ امیر المومنین و خلیفۃ المسلمین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت وہ عظیم ہستی ہے جس کے متعلق امام کائنات حضرت محمد ﷺ نے زبان نبوت سے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد اللہ تعالیٰ اور تمام مومن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کسی دوسرے کو امام تسلیم ہی نہیں کرتے۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد خلیفہ منتخب ہوئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: **"فان احسنت فاعینونی و ان اسأت فقوّ مونی "** اگر میں اچھا کام کروں تو میری مدد کرنا اور اگر میں غلطی کروں تو مجھے سیدھا کر دینا۔ مزید فرمایا:

" اطیعونی ما اطعت اللہ ورسولہ فاذا عصیت اللہ ورسولہ فلاطاعۃ لی علیکم" (تاریخ الخلفاء ص ۵۸ مختصر سیرت الرسول ﷺ ص ۴۶۸)

جب تک میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کروں تو تم میری اطاعت کرو اور جب میں اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی نافرمانی کروں تو پھر تم پر میری اطاعت لازم نہیں ہے۔

سیدنا حضرت عمر فارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تقلید کی تردید:

مرادِ رسول اللہ ﷺ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات اقدس وہ عظیم ہستی ہے جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس راستے سے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزر جاتے ہیں شیطان وہ راستہ ہی چھوڑ دیتا ہے اور یہ کہ اگر میرے بعد کوئی نبی آنا ہوتا تو اللہ تعالیٰ عمر فاروق ؓ کو مقام نبوت عطا فرماتے۔ یہی حضرت عمر بن خطاب ؓ فرماتے ہیں:

السنۃ ما سنہ اللہ ورسولہ ﷺ لا تجعلوا خطا الرای سنۃ للأمۃ (الاعلام الموقعین، ص ۱/۵۴)

کہ سنت تو وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے سنت قرار دیا ہے تم (لوگوں کی) غلط رائے کو امت کیلئے سنت نہ بناؤ بلکہ فیصلہ کن انداز میں یوں فرمایا کرتے تھے:

والذی نفس عمر بیدہ ما قبض اللہ تعالیٰ روح نبیہ ﷺ ولا رفع الوحی عنہ حتی اغنی امتہ کلھم عن الرأی (میزان شعرانی ص ۱/۵۱)

مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں عمرؓ کی جان ہے اللہ تعالیٰ نے اس وقت تک اپنے نبی ﷺ کی روح کو قبض نہیں کیا اور نہ ہی وحی کا سلسلہ منقطع فرمایا جب تک کہ آپکی تمام امت کو رائے سے بے پرواہ نہیں کر دیا۔ (کیونکہ وین تو مکمل ہو چکا ہے اگر دین میں کوئی مسئلہ ایسا رہ گیا ہوتا کہ جس کا بیان قرآن و حدیث میں نہیں تو اس کا سادہ سا مفہوم یہ ہے کہ ابھی تک دین مکمل نہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا دیا:

"الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا"

اسی لئے حضرت عمرؓ نے ایسے لوگوں سے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا جو قرآن و حدیث کو چھوڑ کر امتیوں کے اقوال کو حجت جانتے ہیں:

ایاکم و اصحاب الرای فانھم اعداء السنن اعیتھم الاحادیث ان یحفظو ھا فقالوا بالرای فضلوا واضلوا (اعلام الموقعین ص ۱/۵۵)

رائے اور قیاس والوں سے بچو کہ بے شک وہ سنت کے دشمن ہیں جب احادیث کو یاد کرنے سے عاجز آ جاتے ہیں تو رائے اور قیاس سے فتوی دینا شروع کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

خواندگان محترم : آج جب ہم مقلدین حضرات کو دیکھتے ہیں تو خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ کی صداقت حرف بحرف نظر آتی ہے کہ یہ لوگ

رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کو ٹھکرانے کیلئے کس قدر حیلے اور بہانے تراشتے ہیں جو ان مقلدین حضرات کی سنت رسول ﷺ سے دشمنی کی چغلی کھاتے ہیں ۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ فجر کی سنتیں ادا کرنے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے اپنی دا ہنی کروٹ لیٹتے تھے مگر مقلدین حضرات نے اس سنت کو لوگوں سے چھڑ وانے کیلئے یہ بہانہ بنایا کہ رسول اللہ ﷺ تو رات دیر تک اللہ کی عبادت کرتے ہوئے تھک جاتے تھے اس لئے آپ آرام کرنے کیلیئے لیٹ جاتے (استغفر اللہ)

حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے امتیوں کو بھی فجر کی سنتوں کے بعد دائیں جانب لیٹنے کا حکم فرمایا ہے اسی طرح مغرب کی اذان اور جماعت کے درمیان دو رکعت نماز کا مسئلہ ہے جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ادا کرنے کا حکم فرمایا مگر مقلدین حضرات نے لوگوں کو اس سنت پر عمل کرنے سے روکنے کیلئے یہ حیلہ کرلیا کہ مغرب کی نماز کا وقت کم ہوتا ہے اس لئے تاخیر سے بچنے کیلئے یہ ادا نہیں کرنی چاہئیں بلکہ جلدی سے فرض نماز ادا کرلیں۔

اسی طرح خطبہ جمعہ کے دوران جو شخص مسجد میں آتا ہے رسول اللہ ﷺ نے اس کو حکم فرمایا کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرے حتی کہ خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک صحابی کو جو دوران خطبہ مسجد میں تشریف لائے اور بیٹھ گئے فرمایا تھا کہ کیا تو نے نماز پڑھی ہے اور پھر اس کا منفی جواب سن کر فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ پہلے دو رکعت نماز ادا کر و پھر بیٹھو۔ مگر اس سنت پر عمل کرنے سے لوگوں کو روکنے کیلئے کئی تاویلیں حیلے اور بہانے تراشے گئے کہ الامان و الحفیظ کہ وہ تو ایک غریب آدمی تھا اس سے مالی تعاون کروانا مقصود تھا کہ لوگ اس کی حالت کو دیکھ کر اس سے تعاون کریں وغیرہ وغیرہ۔

قارئین کرام ! یہ میرا موضوع نہیں ورنہ میں ایسی سینکڑوں مثالیں پیش کرتا کہ جہاں مقلدین حضرات نے سنت رسول ﷺ سے دشمنی کی انتہا کردی ہے اللہ تعالیٰ نے توفیق فرمائی تو کسی نشست میں یہ قضیہ چکانے کا ارادہ بھی رکھتا ہوں۔ بہرحال یہ کسی دوسرے موقع کیلئے اٹھا رکھتا ہوں ان سطور میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے تقلید کا رد بیان کرنا مقصود ہے تا کہ یہ بات واضح ہو سکے کہ تقلیدی مذہب ہدایت کا سبب نہیں بلکہ قرآنی فیصلہ کے مطابق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایمان ہی معیار ہدایت ہے اور ان کے ایمان میں تقلید کا رد تقلیدی مذہب سے دوری اور مقلدین سے نفرت بھی شامل ہے۔

خلیفہ ثالث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ **اور تقلید کی تردید:**

خلیفہ ثالث، شہید مدینہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ مقدس شخصیت جن کے متعلق امام اعظم محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تو آسمانوں کے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں ۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کسی کی تقلید کے بجائے قرآن وحدیث کے احکام کو ہی ترجیح دیتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر فرماتے ہیں؛

انا واللہ مع عثمان بن عفا ن بالجحفة اذقال عثمان و ذکر له التمتع بالعمرة الی الحج اتموا الحج واخلصوه فی اشهر الحج فلو اخرتم هذه العمرة حتی تذوروا هذاالبیت زورتین کان افضل فان الله قد اوسع فی الخیر فقال له علی عمدت الی سنة رسول الله ﷺ ورخصة رخص الله للعبادبها فی کتابه تضیق علیهم فیها وتنهی عنها وکانت لذی لاالحاجة ولنال الدارثم اهل علی بعمرة وحج معاًفا قبل عثمان بن عفان رضی الله عنه علی الناس الهیت عنها؟انی لم انه عنها انما کان رایا اشرت به فمن شاء اخذه ومن شاء ترکه(اعلام الموقعین ص ۱/۵۸)

ایک دفعہ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ لوگو! اگر تم حج کے مہینے میں صرف حج ہی کرو اور عمرہ بعد میں ادا کرلیتا تو یہ تمہارے لئے افضل ہوگا۔ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے کہ اے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کی رخصت دی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت بھی ہے تو آپ لوگوں کو تنگی میں کیوں ڈالتے ہیں؟ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج اور عمرہ کا اکٹھا احرام باندھا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں سے متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ میں نے تمہیں حج اور عمرہ ادا کرنے سے منع نہیں کیا تھا میں نے فقط ایک مشورہ دیا تھا جس کا جی چاہے قبول کرلے اور جس کا جی چاہے وہ قبول نہ کرے۔

خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ **اور تقلید کا رد:**

خلیفہ چہارم داماد پیغمبر ﷺ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ وعمل تو مذکورہ واقعہ سے ہی واضح ہو جاتا ہے وہ قرآن وحدیث کے مقابلہ میں امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک مشورہ پر غور کرنے کیلئے بھی تیار نہیں چہ جائیکہ وہ ان کی تقلید کریں لیکن قارئین کی مزید تشفی کے لئے ان کا اپنا ایک فرمان بھی پیش خدمت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لو کان الدین بالرأی لکان اسفل الخف اولیٰ بالمسح من اعلاه وقد رأیت رسول الله ﷺ یمسح علی ظاهر خفیه (بلوغ المرام ص ۲۲)

اگر دین رائے کا نام ہوتا تو پھر بہتر تھا کہ موزوں

پر مسح اوپر کرنے کی بجائے نیچے والے حصے پر کیا جاتا لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ موزوں کے اوپر مسح کیا کرتے تھے۔

قارئین کرام! حضرت علیؓ نے کس قدر واضح الفاظ میں رائے اور قیاس کو دین سے الگ کر کے واضح کر دیا ہے کہ عقل چاہے تسلیم کرے یا نہ کرے مگر جو پیغمبر کائنات حضرت محمد ﷺ نے فرمادیا، یا پھر عمل کر کے دکھادیا اسی کو اپنایا جائے گا اور اس کے مطابق ہی عمل ہوگا۔

کیونکہ دین میں معیار کسی شخص کی عقل فہم و فراست نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث اور سنت ہے۔

حبر الامۃ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور رد تقلید:

بات سمجھنے کیلئے تو خلفاء راشدین کے اقوال وافعال ہی کافی تھے لیکن بات کو مزید واضح کرنے کیلئے چند ایک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال کو پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ شخصیت ہیں جن کا نام آج کے مقلدین حضرات کا ایک گروہ اپنے مذہب کے تحفظ اور بچاؤ کیلئے اکثر استعمال کرتا ہے اور ان کے بعض اقوال تقلید کے جواز پر دلیل بنانے کی سعی لاحاصل کرتا ہے۔ جس کی قدرے تفصیل اور اس کا مناسب رد میں نے اپنی کتاب ''احناف کا رسول اللہ ﷺ سے اختلاف'' میں کر دیا ہے۔ یہاں صرف ان کے چند ایک اقوال نقل کرنے پر اکتفا کرونگا جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ تقلید اور مقلدین کے خلاف کس قدر سخت موقف رکھتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''**لا یاتی علیکم زمان الا وھو شر من الذی قبلہ اما انی لا اقول امیر خیر ولا عام اخصب من عام ولکن فقھائکم کم یذھبون ثم لا تجدون منھم خلفاء ویجئی قوم یقیسون الامور برایھم**(جامع العلم ص ۱۳۵/۲)

اے لوگو! تم پر جو بھی سال آئے گا وہ گذشتہ سال سے برا ہوگا اس کا یہ مطلب نہیں کہ پہلے سال امیر اچھا ہوگا اور بارشیں زیادہ ہونگی یا فصلیں عمدہ ہونگی اور دوسرے سال نہیں ہونگی بلکہ بات یہ ہے کہ علماء فوت ہو جائیں گے اور تم ان علماء کے جانشین حاصل نہیں کر سکو گے اور پھر ایک ایسی قوم آئیگی جو دینی امور میں رائے زنی کرے گی۔ (اور یہی بدتری کی وجہ ہوگی کہ قرآن وحدیث کو چھوڑ کر رائے اور قیاس پر عمل کیا جائے گا) بلکہ آپ نے مزید فرمایا

ولکن ذھاب خیار کم و علماء کم ثم یحدث قوم یقیسون الامور برایھم فینھدم الاسلام ویثلم(اعلام الموقعین ۵۷/۱)

تمہارے بہترین لوگ اور علماء فوت ہو جائیں گے پھر ایک قوم پیدا ہوگی جو معاملات کو (قرآن وحدیث کے بجائے) رائے اور قیاس سے طے کرے گی جس کی وجہ سے اسلام منہدم ہوجائے گا اور اس میں عیب نظر آنے لگیں گے۔

آج دیکھ لیں جب رائے اور قیاس کو اپنایا گیا تو اسلام کی عمارت کو شدید ترین نقصان پہنچا وہ مسلمان جو کبھی غیروں کے مقابلہ میں صف آرا تھے اسی تقلید کو اپنانے کی وجہ سے آپس میں ہی ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بن گئے جس کی وجہ سے غیر مسلم اقوام کو مسلمانوں کے خون عزت اور مال سے کھیلنے کا موقع مل گیا۔ اور جب قرآن و سنت کو چھوڑ کر تقلید کی گئی تو اس سے اسلام میں عیب بھی نظر آنے لگے (لیکن صرف مقلدین حضرات کو) کہ معاذ اللہ پہلے اسلام نامکمل تھا اب تقلید کریں گے تو پھر مکمل ہوگا۔

اسی لئے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے نصیحت اور وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

اتبعوا ولا تبتدعوا فقد کفیتم (دارمی ص ۶۹/۱)

قرآن وحدیث کی پیروی کرو نئی باتیں مت نکالو تمہیں صرف قرآن وحدیث ہی کافی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تقلید کی تردید:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں وہ عظیم شخصیت ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے بچپن میں دینی فقاہت اور فہم و فراست سے نواز دیا تھا۔ یہ تقلید کے سخت خلاف تھے اور سنت رسول ﷺ پر سختی سے پابند تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے سوال کیا کہ حج تمتع جائز ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ جائز ہے تو وہ آدمی کہنے لگا کہ آپ اس کے جواز کا فتوی دے رہے ہیں جبکہ آپ کے والد محترم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر پابندی لگا دی ہے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے میرے باپ نے تو اس سے منع کیا ہے مگر رسول اللہ ﷺ نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ اس کے بعد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو ارشاد فرمایا وہ مقلدین حضرات کے لئے سامان عبرت ہے آپ فرماتے ہیں:

امر ابی یتبع ام امر رسول اللہ ﷺ (ترمذی ص ۱۹۱/۱)

کیا اتباع میرے ابو کے حکم کی ہوگی یا امام اعظم رسول اللہ ﷺ کے حکم کی؟ یعنی رسول اللہ ﷺ کے فرمان عالی کے ہوتے ہوئے میرے ابو کی پیروی تو نہیں کی جائے گی۔ اور پھر آپؓ دوسرے لوگوں کو بھی صرف اور صرف قرآن وحدیث پر عمل کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے چنانچہ آپ نے حضرت جابر بن زید کو فرمایا:

انک من فقھاء البصرۃ فلا تفت الا بقرآن ناطق او سنۃ ماضیۃ فانک ان فعلت غیر ذالک ھلکت و اھلکت(دارمی ص ۵۴/۱)

کہ آپ فقہائے بصرہ میں سے ہیں (یاد رکھو) جب بھی فتوی دینا قرآن وسنت کے مطابق ہی دینا اگر اس کے علاوہ (رائے اور قیاس سے) فتوی دو گے تو خود بھی ہلاک ہوگے اور دوسروں کو بھی ہلاک کرو گے۔

مفسر قرآن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تقلید کا رد:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرح تقلید کے سخت خلاف تھے چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا:

ویل للاتباع فی عثرات العالم قیل کیف ذالک قال یقول العالم شیئا برأیه ثم یجد من هو اعلم برسول اللہ ﷺ منه فیترک قوله ذالک ثم تمضی الاتباع (جامع العلم ص ۲\۱۱۱)

کہ علماء کے اقوال کی پیروی کرنے والوں کیلئے ہلاکت ہے آپ سے سوال کیا گیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ (کہ علماء کی اتباع سے آدمی ہلاک ہوجائے) تو آپ نے فرمایا کہ (بعض اوقات) ایک عالم دین اپنی رائے سے کوئی بات کہہ دیتا ہے پھر حدیث رسول ﷺ کا علم ہوجانے کے بعد اپنے قول کو چھوڑ دیتا ہے اور سنت کی اتباع کرتا ہے مگر اس کی تقلید کرنے والا تو حدیث کے مخالف قول پر ہی عمل کرتا رہتا ہے۔ بلکہ آپ نے تو یہاں تک فرمایا:

من احدث رأیا لیس فی کتاب اللہ ولم تمض به سنة من رسول اللہ ﷺ لم یدر علی ماهو منه اذا لقی اللہ عزوجل (اعلام الموقعین ص ۱\۵۸)

جس شخص نے قرآن وحدیث کے خلاف اپنی رائے ایجاد کرلی تو اس کے متعلق کوئی علم نہیں کہ جب قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ سے ملے گا تو کس حالت میں ہوگا؟

قارئین عظام! یہ چند کبار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال وافعال تھے جن سے تقلید کے متعلق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نظریات واضح ہوتے ہیں اس لئے ہم سب کو بھی چاہیے کہ ہم آراء الرجال کی تقلید کی بجائے قرآن وحدیث پر عمل پیرا ہوں کیونکہ جن مقدس ہستیوں کو اللہ تعالیٰ نے معیار ہدایت بیان فرمایا ہے وہ تقلید سے سخت نفرت کرتے تھے اور تقلیدی مذہب کے شدید ترین مخالف تھے۔ اگر ہم نے ان کے عقائد واعمال کے خلاف قرآن وحدیث کو چھوڑ کر تقلیدی مذہب کو اپنا لیا اور تقلید کرنے لگے تو قرآن مجید کے فیصلہ کے مطابق ہدایت سے دور ہوجائیں گے۔

ان لوگوں کیلئے خصوصی دعوت فکر ہے جو حق کے متلاشی ہیں اور پورے خلوص سے کسی بھی عمل کو اچھا اور نیکی سمجھ کر اپنانے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ تقلیدی دلدل سے نکل کر کتاب وسنت کی شاہراہ اعظم پہ آجائیں۔ البتہ جو لوگ اعلانیہ قرآن وسنت کا انکار کرتے ہیں اور تقلید کو بطور ڈھال کے استعمال کرتے ہیں یعنی تقلید کی وجہ سے ہی قرآن و حدیث کے احکامات کی مخالفت کرتے ہیں حالانکہ ان پر حق واضح ہوچکا ہے ان کیلئے تو صرف دعا ہی کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرح تقلید سے نفرت کرنے اور کتاب و سنت پر عمل کرنے والا بنادے۔ لیکن

شاید کہ وہ لوگ قفس میں ہی عمریں گنوائیں
گئی بھول جن کو صحراء کی فضائیں

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وحدیث پر عمل کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

بعض لوگ سادہ لوح لوگوں کو ورغلانے کے لئے کہتے ہیں کہ جی دیکھو! آپ جب پیدا ہوئے تو آپ کو معلوم نہ تھا کہ یہ میرا ابو ہے یہ میری امی ہے یہ بہن بھائی ہیں اور نہ ہی آپ کسی چیز کے متعلق جانتے تھے تو آپ کو کسی نے بتایا کہ یہ تیری امی، یہ تیرا ابو، یہ بہن بھائی ہیں یہ آگ، پانی یہ لکڑی، لوہا وغیرہ ہے تو آپ نے تسلیم کرلیا لہذا آپ بھی مقلد ہوگئے۔ اور پھر آپ نے جس مسئلہ پر کسی کتاب سے پڑھ کر یا کسی استاد سے معلوم کرکے عمل کیا تو آپ اس استاد یا کتاب کے مصنف کے مقلد بن گئے

حالانکہ یہ ساری باتیں محض ''ڈھکوسلہ'' ہیں ان اعتراضات کی کوئی حقیقت نہیں ہے اس طرح تو کوئی حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی نہیں رہے گا کیونکہ آج کے دور میں حنفی مقلدین نے حضرت امام ابو حنیفہؒ سے تو کچھ نہیں پڑھا اور سیکھا اگر کسی استاد سے معلوم کرنا یا کسی کتاب سے پڑھ لینا استاد یا مصنف کی تقلید ہے تو پھر مقلدین کو بھی حنفی، شافعی کہلانے کی بجائے اپنے استاد جس سے فقہ حنفی کی کتاب پڑھی ہو اس کی طرف نسبت کرنی چاہیے اور اگر ایک سے زیادہ اساتذہ سے کسب علم کیا ہے تو ان سب کی طرف نسبت کرنی چاہیے اسی طرح جس کتاب کو پڑھ کر امام صاحب کا موقف معلوم ہوا ان کو امام صاحب کی بجائے اس کتاب کے مصنف کی طرف نسبت کرنا ہوگی۔

نتیجہ یہ نکلے گا کہ اللہ کے فضل وکرم سے دنیا میں کوئی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی وغیرہ نہیں رہے گا۔

لایا تو ہے نصیب ہمیں کوئے یار تک
دیکھیں گزر ہو یا نہ ہو ایسی گل عزار تک

اس لئے تاویلات کی کوئی حقیقت نہیں تقلید کہتے ہیں قرآن وحدیث کے خلاف کسی دوسرے کی بات کو قبول کرنا اور اس پر ڈٹے رہنا۔ ان اعتراضات کا تفصیلی جواب میں نے اپنی کتاب ''خرافات حنفیت'' میں دیا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق سمجھنے اور اس کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین۔

اللهم ارنا الحق حقا و ارزقنا اتباعه ارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه